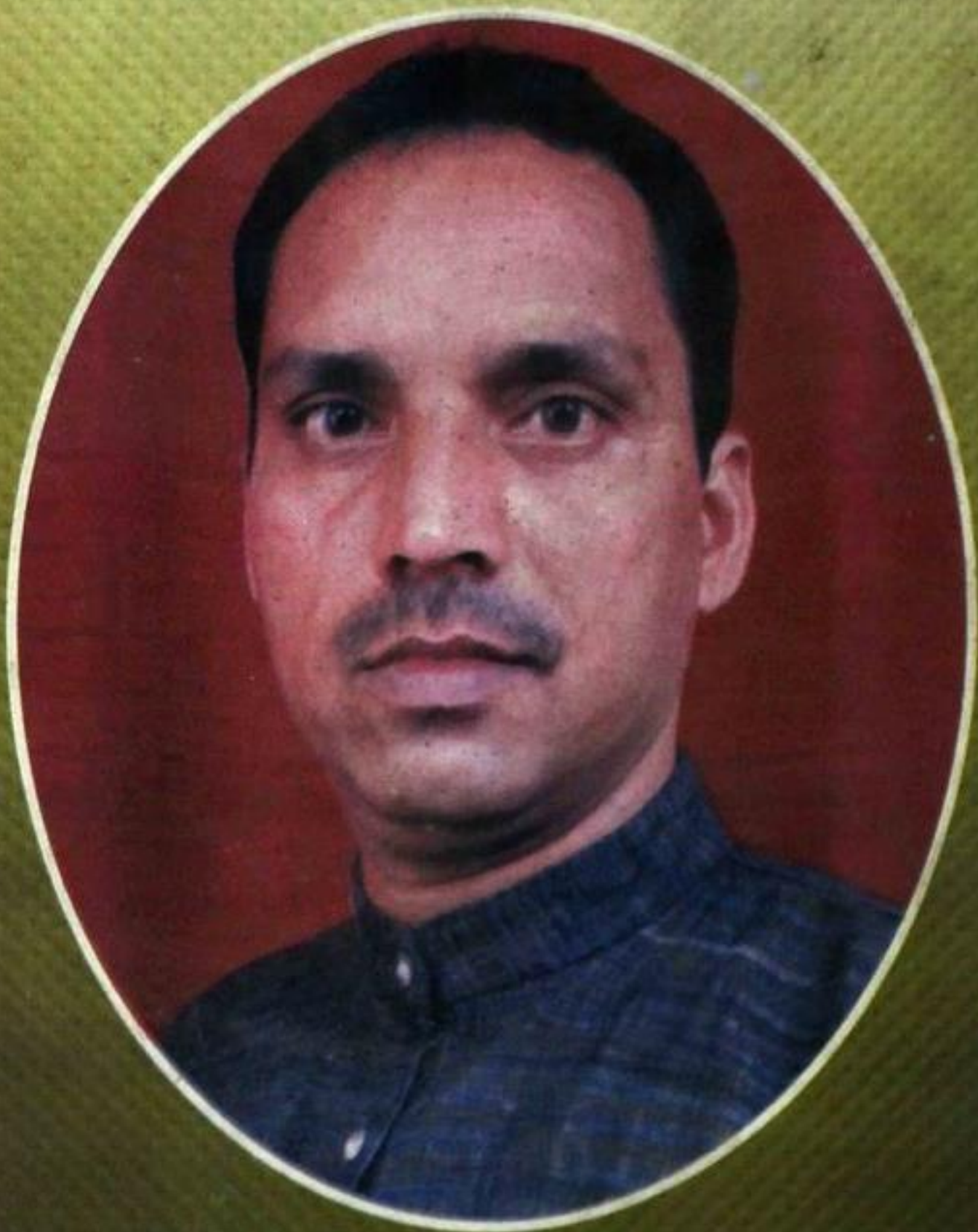


# عادل اسیر دہلوی

شخصیت اور فن



ڈاکٹر سید معصوم رضا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

# عادل اسیر دہلوی

شخصیت اور فن

(ڈاکٹر) سید معصوم رضا

**کھکشان بُک ڈپو**

463، (سمیع منزل) چٹلاگیٹ، چاوڑی بازار، دہلی۔ 110006

Email: [kehkashanbookdepot@yahoo.co.in](mailto:kehkashanbookdepot@yahoo.co.in)

سلسلہ مطبوعات کہکشاں بک ڈپو ————— 1  
(جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ)

کتاب :	عادل اسیر دہلوی: شخصیت اور فن
مصنف :	ڈاکٹر سید معصوم رضا
ضخامت :	32 صفحات
تعداد :	1000
اشاعت اول :	2003ء
قیمت :	پندرہ روپے = 15/-
ناشر :	کہکشاں بک ڈپو
	463، (سمیع منزل) چٹلا گیٹ،
	چاوڑی بازار، دہلی۔ 110006
مطبع :	انیس آفسیٹ پرنٹرس
	کوچہ چیلان، دریا گنج، نئی دہلی۔ 110002

ISBN : 81-88620-00-9

Aadil Aseer Dehlavi  
(Shakhsiat Aur Fun)

By : Dr. Syed Masoom Raza

**KAHKASHAN BOOK DEPOT**

463 (Sami Manzil) Chitla Gate,

Chawri Bazar, Delhi- 110006

Phone : (R) 3286490 Fax : 011-3284304

Price : Rs. 15/-



## پیش لفظ

فنکار کوئی بھی ہو اگر اس کے فن کا اعتراف نہ کیا جائے تو یہ سراسر نا انصافی ہے لیکن اعتراف اور قصیدہ خوانی کا فرق واضح ہونا چاہیے۔ آج کل اردو ادب میں قصیدہ خوانی کا رواج عام ہوتا جا رہا ہے۔ جس سے ادب کے معیار میں گراوٹ آئی ہے۔ اردو ادب میں جانبدارانہ رویے کے فروغ نے ادیبوں اور شاعروں کی حوصلہ شکنی میں اہم رول ادا کیا ہے۔ جبکہ اردو زبان کی حقیقی صورت حال یہ ہے کہ نئی نسل اردو زبان و ادب سے دور ہوتی جا رہی ہے۔ اردو جن کی مادری زبان ہے اُن کے گھروں میں بھی انگریزی اور دیگر علاقائی زبانوں کا چلن عام ہے۔ اردو کے خدام اور علمبرداروں کی اولادیں عام لوگوں سے بھی دو چار قدم آگے ہیں۔ اس کسمپرسی کے عالم میں اگر واقعی کوئی شاعر یا ادیب اردو زبان کے فروغ کو اپنا مشن بنا کر اردو زبان کی حقیقی خدمت میں سرگرداں ہے تو اس کی پذیرائی کرنا ہر اردو والے کا فرض ہے۔ کسی بھی ادیب یا شاعر کی پذیرائی کا معیار اُس کا فن ہونا چاہیے اس کی شخصیت نہیں۔ عصری ادب کے منظر نامے پر دلی کے حوالے سے ایک نظر ڈالیں تو نئی نسل کے نمائندہ شعرا میں ایک اہم نام عادل اسیر کا ہے۔ اُن کی شخصیت اپنی فنی بصیرت کی وجہ سے ادبی دنیا میں محتاج تعارف نہیں ہے۔ ادبی زندگی کی شروعات میں مختلف ادبی اصناف سے اُن کا واسطہ رہا لیکن رفتہ رفتہ طبیعت کے میلان نے انھیں شاعری کی طرف مائل کیا اور وہ شاعر کی حیثیت سے پہچانے جانے لگے لیکن اس بحر بیکراں میں بھی عادل اسیر نے اپنی ایک الگ پہچان بنائی۔ انھوں نے بچوں کے ادب کی طرف خصوصی توجہ دی۔ اُن کا یہ مشن اتنا کامیاب ہوا کہ وہ ادب اطفال کے نمائندہ قلم کاروں میں خالص بچوں کے شاعر کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ بچوں کے ادب میں انھوں نے جو کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں اُن کی پذیرائی ہر صاحب نظر فن کے پارکھ نے کی ہے۔ اُن کی یہ



لگن رفتہ رفتہ جنوں کی حد کو تجاوز کر چکی ہے۔ اب عادل اسیر اور بچوں کی شاعری ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم بن چکے ہیں۔

ادب اطفال کا کوئی بھی منظر نامہ تب تک مکمل نہیں ہوگا جب تک اُس میں عادل اسیر کا نام شامل نہ کر لیا جائے۔ عادل اسیر صرف بچوں کے ہی شاعر نہیں بلکہ وہ بڑوں کے بھی بڑے شاعر ہیں۔ انھوں نے ”رباعیاتِ عادل“ اور ”نغمہ خیام“ کے جو تحفے عام لوگوں کے لیے پیش کیے ہیں وہ واقعی بطور شاعر اُن کے کہنہ مشق ہونے کی دلیل ہیں۔ بچوں کے لیے عادل اسیر نے پہیلیاں، دوہے، رباعیاں اور نظمیں لکھی ہیں۔ اُن کی کتابیں بچوں کے ادبی ذوق کی تشنگی کو سیراب کرتی ہیں۔ عادل اسیر نے بچوں کے ادب کی آبیاری کا جو سلسلہ شروع کیا ہے وہ بے شک فروغِ اُردو کا بنیادی کام ہے۔ آسان اور سیدھی سادی زبان میں وہ بچوں کے پسند کی چیزوں کو منظوم انداز میں اس طرح پیش کرتے ہیں کہ بچے خوشی خوشی پڑھنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ عادل اسیر کی شاعری کے قاری آج بچے ہیں لیکن کل یہی بچے ملک و قوم کا مستقبل ہوں گے۔ یہی بچے ہماری اُردو زبان کا بھی مستقبل ہیں۔ اس لیے ان کی تربیت اور ذہن سازی سے مستقبل میں اُردو کے ادیب، شاعر اور بہترین قاری کی تعداد میں یقیناً اضافہ ہوگا۔ عادل اسیر کی بامقصد شاعری اسی مشن کو عملی جامہ پہنانے کی ایک کامیاب کوشش ہے۔ یہ کتاب عادل اسیر کی شاعری اور اُن کی شخصیت پر محیط ہے۔ میں نے گاہے بہ گاہے عادل اسیر کی شاعری کا مطالعہ کیا اور اس دوران جو تاثرات پیدا ہوئے انھیں مضمون کی شکل میں قلمبند کرتا رہا۔ یہ مضامین اُردو کے نمائندہ اخبارات اور رسائل میں شائع ہو چکے ہیں کیونکہ اخبار یا رسالے وقتی چیز ہوتے ہیں اور ان کی عمر بہت کم ہوتی ہے۔ اس لیے اب وہ تمام مضامین یکجا کر کے ایک مستقل کتابچہ کی شکل میں پیش کر رہا ہوں تاکہ عادل اسیر کے فن اور اُن کی شخصیت کا ایک مکمل تعارف اُردو قارئین کے سامنے پیش کیا جاسکے۔

(ڈاکٹر) سید معصوم رضا



## عادل اسیر کی نعتیہ شاعری

نعت عربی لفظ ہے جس کے لغوی معنی ہیں تعریف و توصیف بیان کرنا لیکن عام اصطلاح میں نعت اس منظوم کلام کو کہتے ہیں جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں کہا گیا ہو۔ جس کا موضوع رسول اکرمؐ کی سیرت و شخصیت ہو یعنی وہ کلام جو رسول اکرمؐ کی ذات سے وابستہ ہو، نعت کہلاتا ہے۔ نعت کی ابتدا عربی زبان میں ہوئی۔ پھر یہ سلسلہ ایران سے ہوتا ہوا ہندوستان تک پہنچا۔ اردو، فارسی و عربی کے علاوہ دیگر زبانوں میں بے شمار نعتیہ شاعری موجود ہے۔ اردو میں نعت کا سلسلہ ابتدائی دور سے ہی ملتا ہے۔ اردو کے ابتدائی دور میں مذہبی شاعری کا بیش قیمت سرمایہ موجود ہے۔ اردو شاعری میں یہ رواج عام ہے کہ ہر شعری مجموعہ کی ابتدا حمد سے اور اس کے بعد نعتیہ اشعار پیش کیے جاتے ہیں۔ اس لیے اردو کے تمام شعری مجموعے خواہ کسی بھی صنف سے تعلق رکھتے ہوں، اُن میں نعت کی شمولیت ہوتی ہے۔ جو عقیدت مندی کی بہترین مثال ہے۔ اردو میں ایسے شعرا بھی موجود ہیں جنہوں نے خالص نعت گوئی کو ہی اپنے لیے منتخب کیا ہے۔ اس کے علاوہ اردو میں غیر مسلم نعت گو شعرا کی بھی اچھی خاصی تعداد موجود ہے جنہوں نے بڑی عقیدت مندی اور احترام کے ساتھ نعتیہ اشعار کہے ہیں۔ اگر اردو کی نعتیہ شاعری کے ذخیرے پر سرسری نظر ڈالیں تو محسن کا کوروی، احمد رضا خاں بریلوی اور امیر مینائی وغیرہ کی نعت گوئی کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ نعتیہ شاعری کے ذریعہ شاعر نجات و بخشش کی امیدیں وابستہ کرتا ہے۔ دل کی پاکیزگی اور ادب و احترام کے ساتھ اپنے احساسات کا اظہار کر کے وہ اپنے لیے سامان آخرت فراہم کرتا ہے۔ نعتیہ شاعری کی ہیئت کسی خاص صنف سے مخصوص نہیں ہے۔ اردو کے ابتدائی شعرا نے اسے قصیدے کی صنف میں برتا لیکن رفتہ رفتہ غزل کی فارم ہی نعتیہ شاعری کی بہترین فارم قرار دی جانے لگی۔ دور حاضر میں غزل کے فارم میں نعت گوئی کا رواج عام ہے۔ شعری مجموعوں کے شروع میں نعت کی شمولیت کا



سلسلہ آج بھی قائم ہے۔ اس کے علاوہ خالص نعتیہ کلام کے مجموعے بھی گا ہے بہ گاہے منظر عام پر آتے رہتے ہیں۔ ”گلدستہ نعت“ بھی اسی ضمن کی ایک کڑی ہے جو عادل اسیر دہلوی کے خالص نعتیہ کلام کا مجموعہ ہے۔

عادل اسیر دہلوی ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ وہ شاعر بھی ہیں اور ادیب بھی لیکن ان کا شعری رنگ ان کی تخلیقی صلاحیتوں پر غالب ہے۔ انھوں نے نعتیہ شاعری کے علاوہ دوہے، رباعیاں اور نظمیں بھی خوب لکھی ہیں۔ عادل اسیر کی نعتیہ شاعری کا رنگ عوامی ہے۔ انھوں نے بھی ہر صاحب ایمان شاعر کی طرح مدح رسولؐ میں خوبصورت اشعار کہے ہیں اور اسے اپنی زندگی کا سب سے قیمتی اثاثہ تصور کیا ہے۔ عادل اسیر کی صرف شاعری کے تعلق سے ایک درجن سے زائد کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں جن میں ”گلدستہ نعت“ کے علاوہ بھی نعتیں شامل ہیں۔ ان کے زیادہ تر مجموعے بچوں کے لیے وقف ہیں۔ نعت گوئی کا فن کسی قدر مشکل ہے کیونکہ اس میں شاعر کو پورے ادب و احترام کے ساتھ بارگاہ رسالت میں اپنے شعری عقیدت کا نذرانہ پیش کرنا ہوتا ہے۔ اس میں وسیع مطالعے کے ساتھ فن پر قدرت حاصل ہونی چاہیے تاکہ عظمت رسالت کو برقرار رکھتے ہوئے اشعار نغمگی اور شعریت سے لبریز ہوں۔ عادل اسیر کی نعتیہ شاعری پر نظر ڈالیں تو اس میں رواں دواں اسلوب کی جادوگری نظر آتی ہے۔ ان کی شاعری کی زبان سلیس ہے۔ ان کے اشعار پیچیدہ یا گنگناہنگ نہیں ہیں۔ بلکہ ترسیل کا مسئلہ ان کے یہاں ہے ہی نہیں۔ انھیں فن شاعری پر عبور حاصل ہے۔ وہ اپنے جذبات، خیالات، افکار و نظریات کے اظہار میں بلا کی قدرت رکھتے ہیں۔ ان کی متفرق نعتوں کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:-

جب سے خیال دل میں ہے نعت رسولؐ کا تحفہ سخن نے پایا ہے حسن قبول کا  
 ہے قیصر و کسریٰ پر فرمان مدینے کا آقا ہے دو عالم کا سلطان مدینے کا  
 مومن کی آگہی کو ہے قرآن ہی بہت کافی ہے رہ نمائی کو سیرت حضورؐ کی  
 دنیا ہی میں نہیں ہے بڑا نام آپ کا عرش بریں پہ پہنچی ہے شہرت حضورؐ کی  
 آنکھوں سے دیکھنے کا ارمان بڑھ گیا تعریف سن چکا ہوں روضے کی میں زبانی  
 عادل اسیر نے نعتوں میں اپنا مدعا بھی بیان کر دیا ہے۔ ہر شاعر اپنی خواہشوں کا ذکر ضرور کرتا ہے اور اس کی آخری خواہش یہی ہوتی ہے کہ اسے روضہ رسولؐ کی زیارت نصیب ہو جائے اور اس کی



زندگی کا ایک بڑا مقصد حل ہو جائے۔ دنیائے ادب میں محمد صلعم کی ذات گرامی وہ واحد شخصیت ہے جس پر بے شمار اشعار لکھے گئے ہیں اور یہ شعری سرمایہ نعتیہ رنگ میں ہی ہے۔ خواہ اس کی زبان کوئی بھی ہو۔ اس میں عشق رسولؐ کی شرط سب کے یہاں لازمی ہے۔ اسی بنیاد پر موضوع یعنی مدحت رسولؐ کے تحت ہی پاکیزہ جذبوں کا اظہار ہر شاعر اپنی استطاعت اور شعری قدرت کی بنیاد پر کرتا ہے۔ لیکن اس میں جوش جنوں کا فرما نہیں ہوتا بلکہ یہ عشق ”با محمدؐ ہوشیار“ کے معیار پر ہوتا ہے۔ عادل اسیر دہلوی نے بھی عشق رسولؐ کا اظہار اسی بنیاد پر کر کے اپنی نعتوں کو سجایا ہے۔ انھوں نے نعت کے مضامین باندھنے میں خود کو محتاط رکھا ہے۔ اس کا انھیں احساس ہے کہ یہ پُل صراط ہے۔ یہاں ذرا سی بھی لغزش ہوئی تو سارا کام بگڑ جائے گا۔

نعتیہ شاعری میں رسول پاکؐ کی سیرت، شخصیت، صداقت، اور فضائل و کمال کے موضوعات کا خاص انتخاب ہوتا ہے۔ جس کے مخصوص دائرے میں شاعر اپنے فنی کمالات کا جادو جگاتا ہے۔ عادل اسیر دہلوی نے بھی اپنے نعتیہ سرمائے میں ان تمام موضوعات کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ انھوں نے رسول اکرمؐ کی ذات و صفات کو مختلف عنوانات کے تحت اپنی نعتوں میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ رسول اکرمؐ کی معراج کا واقعہ عموماً اردو کی نعتیہ شاعری کا ایک اہم موضوع رہا ہے جس کا ذکر عادل اسیر دہلوی نے بھی کیا ہے۔ ان کی ایک خاص نعت تو اسی موضوع کے ذکر میں ہے۔ یہ نعت غزل کے فارم میں ہے۔ قارئین کی دلچسپی کے لیے یہ نعت ذیل میں پیش کی جا رہی ہے:-

فرشتے پڑھتے ہیں صل علیٰ تشریف لے آئے خدا کے خاص بندے مصطفیٰ تشریف لے آئے  
 حرم سے مسجد اقصیٰ تلک اک روشنی سی ہے فصیل آسمان تک ہے ضیا تشریف لے آئے  
 نہیں دوری محمدؐ اور خدا کے درمیاں کوئی زمیں سے عرش تک ہے راستہ تشریف لے آئے  
 فرشتے پیشوائی کو خدا نے آج بھیجے ہیں محمدؐ بن کے مہمان خدا تشریف لے آئے  
 نماز ان کی امامت میں پڑھیں گے انبیا سارے قیادت کے لیے خیر الوریٰ تشریف لے آئے  
 فرشتے محو حیرت ہیں بشر یہ کون ہے آخر خدا خود پڑھتا ہے صل علیٰ تشریف لے آئے  
 عادل اسیر کی نعتیہ شاعری کے مطالعے کے بعد آخر میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ انھوں نے اپنی نعتوں میں لسانی و عروضی نکتوں پر خاص توجہ دی ہے۔ رسول اکرمؐ کی حیات و شخصیت، کردار اور طرز



زندگی کے تمام پہلوؤں کو قرآن و حدیث کی روشنی میں شعری قالب میں ڈھالنے کی بہترین کوشش کی ہے۔ انھوں نے اپنی نعتیہ شاعری میں جہاں عام لوگوں کے لیے موضوعات کا انتخاب کیا ہے وہیں انھوں نے بچوں کی ذہنی استطاعت کے مطابق بھی نعتیں لکھی ہیں۔ ان کی زبان سادہ، سلیس اور عام فہم ہے۔ مذہبی اور اخلاقی موضوعات کے باوجود عادل اسیر نے مشکل زبان کا استعمال نہیں کیا ہے بلکہ نہایت آسان زبان میں بذریعہ اشعار حدیث و روایات کی تشریح خوبصورت انداز میں کردی ہے۔ حضورؐ سے عقیدت اور محبت کا ہی یہ ثمر ہے کہ عادل اسیر نے کم عمری میں ہی کہنہ مشقی کی مثال پیش کردی ہے اور نعتیہ شاعری کا دافر سرمایہ اکٹھا کر لیا ہے جو ان کی آخرت کا سامان بھی ہے اور ان کی مقبولیت اور شہرت میں معاون و کارآمد بھی۔ ان کی نعتیہ شاعری کے مطالعے سے ان کی مذہبی معلومات اور ان کے پاکیزہ جذبات و احساسات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ امید ہے کہ آئندہ بھی وہ چمن زار نعت میں اس طرح عقیدتوں کے پھول کھلاتے رہیں گے۔

(پندرہ روزہ ”کارواں“ نئی دہلی، یکم تا ۱۵ اگست ۲۰۰۲ء)



## عادل اسیر بحیثیت رباعی گو شاعر

دہلی میں اردو شاعری کے دیار کو روشن کرنے والے نئی نسل کے اردو شعرا میں عادل اسیر دہلوی کا نام اپنی فنی بلندی اور شعری صلاحیتوں کی بنیاد پر انفرادیت کا حامل ہے۔ وہ بچوں کے ادب پر خصوصی توجہ دیتے ہیں اور بچوں کے ادبی ذخیرہ میں اضافہ کرنا ان کی روزمرہ کی زندگی میں دلچسپی کا سامان فراہم کرتا ہے۔ شعر و شاعری اور ادب اطفال کے حوالے سے ملک گیر سطح پر بھی ان کی شہرت میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔ ان کی شاعری کا رنگ بھی نکھرتا جا رہا ہے۔ ان کے اس شعری نکھار کی وجہ دراصل ان کا شوق مطالعہ ہے۔ کیونکہ جیسے جیسے ان کی شعری اور نثری تخلیقات میں اضافہ ہو رہا ہے ان کی شاعری بھی نکھر رہی ہے۔ وہ عربی، فارسی، اردو، ہندی کے علاوہ پنجابی زبان میں بھی مہارت رکھتے ہیں یوں تو وہ انگریزی زبان سے بھی اچھی واقفیت رکھتے ہیں لیکن اردو، فارسی، عربی کے ادب پر ان کو قدرت حاصل ہے۔ اردو شاعری میں غزل، نظم، رباعی اور دوہا ان کو خاص مرغوب ہیں لیکن رباعی جسے عرف عام میں مشکل ترین صنفِ سخن کہا جاتا ہے اس کے لکھنے میں عادل اسیر کو امتیازی خصوصیت حاصل ہے۔

عادل اسیر دہلوی نے رباعی پر اپنی کم عمری میں ہی طبع آزمائی شروع کر دی تھی۔ جس کا خاطر خواہ اثر ہوا اور انھوں نے جلد ہی رباعی گوئی میں قادر الکلامی حاصل کر لی۔ اس صنفِ سخن میں انھوں نے ایک اہم اضافہ ”بچوں کی رباعیاں“ کی شکل میں کیا۔ اور اب تک ان کی اس صنف میں بچوں کے لیے تین کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ عادل اسیر دہلوی کی یہ منفرد اور اولین کوشش ہے۔ جس کی بنیاد پر انھیں بچوں کی رباعیوں کا موجد بھی کہا جاسکتا ہے۔ بچوں کی رباعیوں کے علاوہ فنِ رباعی پر ان کی قادر الکلامی کا انکشاف ان کی رباعیوں کے مجموعے ”رباعیاتِ عادل“ سے بھی ہوتا ہے۔ جس میں انھوں نے اپنی اردو رباعیات کے ساتھ چند فارسی رباعیاں بھی شامل کی ہیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے عمر خیام کی فارسی رباعیوں کو



آسان اردو اور ہندی میں ایک ساتھ ترجمہ کر کے فارسی کی ان بیش قیمت رباعیوں کو اردو اور ہندی حلقوں سے متعارف کرایا ہے۔ خیام کی ان فارسی رباعیوں کا ترجمہ انھوں نے رباعی کی بحر میں کیا ہے جو بقول علی سردار جعفری ایک بے حد مشکل کام تھا لیکن خوش سلیقگی سے انجام دیا گیا ہے۔ آج کی نئی نسل میں جہاں اردو زبان سے لائق اور بے زاری کا اظہار کیا جا رہا ہے وہاں فارسی کی طرف کون مائل ہو۔ اس لیے فارسی ادب سے اردو کی نئی نسل کو متعارف کرانے کے لیے عادل اسیر کی یہ کوشش بھی ایک اہم کام سے کم نہیں۔ اُن کی ترجمہ شدہ تمام رباعیوں میں تخلیقی رنگ غالب ہے۔ ترجمہ ہوتے ہوئے بھی تخلیق کا گمان ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو عادل اسیر کا تعلق رباعی سے بہت گہرا ہے۔ اُن کے پانچ مجموعے رباعیوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لیے اُن کی رباعی گوئی کا مطالعہ فنِ رباعی کے حوالے سے کیا جائے تو اُن کی شاعرانہ قدرت کا اندازہ بہ آسانی ہو سکتا ہے۔ لیکن اس سے پہلے ایک سرسری نظر رباعی کے فن پر ڈال لیں۔

فنِ رباعی کے بارے میں مختلف کتابوں کے مطالعے سے جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ رُبع کے معنی چار کے ہیں۔ چونکہ یہ صنفِ سخن چار مصرعوں پر مشتمل ہے اس لیے چار مصرعوں کے اس مجموعے کو رباعی کہا جاتا ہے۔ عام طور سے اس کا پہلا دوسرا اور چوتھا مصرعہ ہم قافیہ ہوتا ہے۔ تیسرا مصرعہ ہم قافیہ نہیں ہوتا ہے۔ لیکن اگر تیسرا مصرعہ بھی ہم قافیہ ہو جائے تو اسے رباعی کے خُسن میں اضافہ سمجھا جاتا ہے۔ عام طور پر تیسرے مصرعے میں شاعر اپنا تخلص بھی استعمال کرتا ہے۔ ان چاروں مصرعوں میں آخری مصرعہ نہایت زوردار اور حاصل رباعی ہوتا ہے۔ اس میں مضامین کی قید نہیں ہوتی۔ بلکہ عصر حاضر کی رباعی میں نئے نئے موضوعات کا تنوع کچھ زیادہ ہی دکھائی دیتا ہے۔ رباعی کے اصل موضوعات: حسن و عشق، اخلاق و تصوف، فلسفہ و تعلیم اور دنیا کی بے ثباتی ہیں۔ الفاظ کے انتخاب و ترتیب پر خاص توجہ دی جاتی ہے۔ بیان میں ندرت، جدت، اختصار، جامعیت، لطافت و پاکیزگی اور سلاست و روانی کا ہونا لازمی ہے۔ بقول ڈاکٹر سلام سندیلوی:-

”رباعی مختصر صنف ہونے کی وجہ سے مفید ثابت ہوئی ہے۔ بہت سی باتیں دو مصرعوں میں نہیں کہی جاسکتی ہیں۔ چار مصرعوں میں ادا ہو جاتی ہیں۔ چار مصرعوں یا چار سطروں والی شاعری دنیا کے مختلف ادب میں پائی جاتی ہے اور اس نے ہر جگہ مقبولیت حاصل کی ہے۔“



ڈاکٹر عقیل ہاشمی (حیدرآباد) رُباعی کے بارے میں لکھتے ہیں:-

”آج بھی رُباعی گوئی کا مزاج قائم و باقی ہے لیکن نئی نسل کے شعری مراتب میں رُباعی کا چلن صفر کے درجہ میں ہوگا۔ اس کی وجہ رُباعی کی عروضی مشکل ہے اور مضامین کی ندرت نیز جدید شعرا کی سہل نگاری بھی ہے۔“

رتن پنڈوری لکھتے ہیں:-

”رُباعی کے موضوعات کا کوئی تعین نہیں۔ اردو فارسی کے شعرا نے ہر قسم کے خیال کو نظم کیا۔ رُباعی کے آخری دو مصرعوں بالخصوص چوتھے مصرعہ پر پوری رُباعی کے حسن و اثر اور زور کا مدار ہے۔“

ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے رُباعی کے بارے میں کہا ہے:-

”یہ صنف شعر جس فنکارانہ مہارت اور زبان پر قدرت کا خاموش تقاضہ کرتی ہے اس سے روگردانی ممکن نہیں۔ رُباعی میں صرف دو شعر ہوتے ہیں۔ چلتے پھرتے کسی مضمون کو کہیں سے اٹھا کر دو شعر یا چار مصرعوں میں موزوں کر دینا تو ممکن ہے لیکن شاعری کو ساحری بنادینا آسان نہیں۔“

ڈاکٹر گیان چند جین کا ماننا ہے:-

”رُباعی میں عشقیہ، خمریہ، بہاریہ، فلسفیانہ، اخلاقی اور مذہبی مضامین ہوتے ہیں۔ دراصل اس میں مضامین کی کوئی قید نہیں ہے۔ اسے محض ہیبتی صنف کہا جائے گا۔“

رُباعی کے اس تفصیلی بیان سے یہ بات نکل کر آتی ہے کہ رُباعی پابند شاعری، ریاضت اور مشق کی متقاضی ہوتی ہے۔ اس لیے پابند شاعری کی کوئی بھی صنف جس میں اوزان و بحر کی پابندی ہوتی ہے۔ ایک مشکل کام ہے۔ رُباعی بھی اسی ضمن میں آتی ہے۔ رُباعی میں چار مصرعے قوافی اور مخصوص وزن کی پابندی ہوتی ہے۔ اس لیے یہ ایک بہت مشکل کام تصور کیا جاتا ہے۔ اس لیے رُباعی ہر اس شاعر کے لیے آسان ہے جو عروض پر کامل دستکار رکھتا ہو۔ یعنی اوزان و بحر کے استعمال پر اسے قدرت حاصل ہو۔ اس لیے یہ فن کہنہ مشقی کے زمرے میں آتا ہے۔ بہر حال رُباعی کا فن ایک مشکل فن ہے۔ جس میں گہرے مشاہدے، وسیع تجربے اور قادر الکلامی کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہنہ مشق اور پختہ فکر شعرا ہی رُباعی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ کہنہ مشقی کے لیے عمر کی کوئی قید نہیں ہوتی بلکہ فنی ریاضت لازمی ہے۔ اس اعتبار سے اگر ہم عادل اسیر دہلوی کی رباعیوں پر سرسری نظر ڈالیں تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ عادل اسیر نے اپنی رباعیوں میں



اوزان و بحور کا خاص خیال رکھا ہے۔ صرف چار مصرعوں میں فنکارانہ انداز سے اپنی بات کو مربوط شعری انداز میں تخلیقی رنگ کے ساتھ پیش کرنے میں انھیں مہارت حاصل ہے۔ عادل اسیر نے جس فنی رچاؤ کے ساتھ اپنی رباعیوں کو پیش کیا ہے اُس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ رباعی کے فن سے کما حقہ واقف ہیں۔ اُن کی نگاہ تمام فنی باریکیوں پر رہتی ہے۔ ابتدائی دور میں رباعی کے موضوعات محدود تھے لیکن امجد حیدر آبادی، میرانیس، مرزا دبیر، اکبر الہ آبادی اور الطاف حسین حالی نے اس کو وسعت دی اور عروج پر پہنچایا۔ بعد ازاں رباعی کے موضوعات میں رنگارنگی اور تنوع کا سلسلہ شروع ہوا اور زندگی کے بیش تر موضوعات پر رباعیاں لکھی گئیں۔ آج رباعی کا فن موضوعاتی اعتبار سے اس قدر وسیع ہو گیا ہے کہ انسانی زندگی کی ہر چھوٹی بڑی باتوں کا ذکر اور اُس کے ماحول سے وابستہ تمام چیزوں کا عکس رباعی میں دیکھا جاسکتا ہے۔ عادل اسیر نے بھی رباعی کو موضوعاتی وسعت دی ہے۔ ان کی چند رباعیاں ملاحظہ ہوں:-

آفت بھی گوارا نہیں میرے دل کو	نفرت بھی گوارا نہیں میرے دل کو
عزت بھی مجھے راس نہ آئی عادل	ذلت بھی گوارا نہیں میرے دل کو
جلوؤں کی فراوانی نہیں جاتی ہے	بڑھتی ہے یہ حیرانی نہیں جاتی ہے
اس طرح کسی کو میں نے دیکھا عادل	صورت کوئی پہچانی نہیں جاتی ہے
کاہل کو بھی پُر جوش بنا دیتا ہے	دیوانے کو باہوش بنا دیتا ہے
اندازِ مخاطبت کسی کا عادل	مجھ کو ہمہ تن گوش بنا دیتا ہے

انسان زندگی کے تجربات سے بہت کچھ سیکھتا ہے۔ اپنے مشاہدات سے وہ دنیا میں رونما ہونے والے واقعات سے عبرت حاصل کرتا ہے۔ اصلاح کے طور پر زندگی کے مختلف مواقع پر وہ اُن تجربات سے جو سیکھتا ہے اُن پر عمل کر کے اپنی زندگی کو سجاتا، سنوارتا اور نکھارتا ہے۔ رباعی میں اخلاقی و اصلاحی پہلو اور عبرت وغیرہ کے موضوعات پر ہر شاعر نے خصوصیت سے طبع آزمائی کی ہے۔ عادل اسیر دہلوی نے بھی اُن موضوعات پر بہت اچھی اچھی رباعیاں کہی ہیں۔ زندگی کی چھوٹی چھوٹی باتیں جن کو ہمارے کردار کے لیے بہت اہم بتایا گیا ہے انھیں عادل اسیر دہلوی نے اپنی رباعیوں میں بڑے سہل انداز میں پیش کر کے انسان کی رہنمائی کی کوشش کی ہے۔ درج ذیل رباعیاں اس بات کا بین ثبوت فراہم کرتی ہیں:-



نیکی میں کسی کی بھی نہ تحریف کرو      ہو لایق توصیف تو توصیف کرو  
 احباب کی عادل نہ بُرائی کرنا      دشمن بھی جو اچھا ہو تو تعریف کرو  
 دانائی تو غصے کی ہے اک ادنیٰ کنیز      ہیں ہوش و خرد بھی یہاں بیکاری چیز  
 ہو جاتا ہے غصے میں جنونی انسان      پھر نیک یا بد کی نہیں رہتی ہے تمیز  
 جب خواب نہ دیکھو گے تو کیسی تعبیر      جب رنگ نہ ہوگا تو کہاں کی تصویر  
 جب آج نہ بنیاد رکھو گے عادل      کل کس طرح دیوار کرو گے تعمیر

عشق کا موضوع اردو شاعری میں مرکزیت کا حامل ہے۔ غزل میں عشقیہ مضامین کو نہایت  
 خوبی سے برتا جاتا ہے۔ رباعی میں بھی یہ موضوع کبھی عشق حقیقی کی شکل میں تو کبھی عشق مجازی کی شکل میں  
 سامنے آتا ہے۔ عادل اسیر کی رباعیوں میں بھی عشق حقیقی اور عشق مجازی کی آنکھ پھولی نظر آتی ہے:-

تقدیر کی سازش ہے کوئی کھیل نہیں      ہر وقت کی کاہش ہے کوئی کھیل نہیں  
 پروانہ بنا شمع بھی جل جاتا ہے      یہ عشق کی آتش ہے کوئی کھیل نہیں  
 کیا دوسرا خورشید فلک پر چھایا      دُنیا میں اندھیرا نہ کہیں ہے سایا  
 اک صبح درخشاں مرے گھر میں آئی      یہ کون بدل کر نئے کپڑے آیا  
 حل ہوں، وہ سوالات کہاں تھے بابا      سر ہوں، وہ محالات کہاں تھے بابا  
 اُس نے بھی وفا کا نہ کوئی پاس کیا      میرے بھی یہ حالات کہاں تھے بابا  
 جب رات میں ہوتا ہے سحر کا دھوکا      خاشاک پہ ہوتا ہے شرر کا دھوکا  
 آنکھوں نے مری وہ حسن بھی دیکھا ہے      سب جس کو سمجھتے ہیں نظر کا دھوکا

زندگی کی حقیقت اور انسانی فطرت وغیرہ پر عادل اسیر نے متعدد رباعیوں میں الگ الگ انداز سے اپنے  
 خیالات پیش کیے ہیں۔ ان کی رباعیوں کے مطالعے سے جو بات ابھر کر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ عادل  
 اسیر دہلوی کو رباعی گوئی پر کمال حاصل ہے۔ انھوں نے زندگی کے مختلف رنگوں کو اپنی رباعیات میں پیش  
 کر کے موضوعاتی تنوع کی شہادت بھی پیش کر دی ہے۔ رباعی کے معین اوزان پر گرفت سے اُن کی  
 رباعیوں میں فنی نکھار پیدا ہوا ہے۔ مجموعی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ عادل اسیر کی رباعیوں سے جہاں اردو  
 شاعری میں رباعی کا دامن وسیع ہوا ہے وہیں نئی نسل نے اپنی حاضری درج کرائی ہے۔ اس سے عادل



اسیر دہلوی کا شاعرانہ وقار بھی بلند ہوا ہے۔ یہ اردو شاعری کے اثاثے میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ عادل اسیر نے کم عمری میں ”زبایات عادل“ پیش کر کے کہنہ مشق اور بزرگ شعرا کو متوجہ کیا ہے۔ ساتھ ہی نئی نسل کے جدید شعرا کو ہل پسندی سے نکلنے اور ایک عملی تحریک سے وابستہ ہونے کی ترغیب بھی دی ہے جو اردو ادب کے لیے ایک نیک فال ہے۔

عادل اسیر دہلوی نے فنِ زبائی میں خالص زبائی گوئی کے علاوہ عمر خیام کی منتخب زبایوں کا فارسی زبان سے اردو میں منظوم ترجمہ بھی کیا ہے جو کہ اُن کا ایک اہم کام ہے۔ جس کو اُن کی بہترین شعری و فنی کاوش قرار دیا جاسکتا ہے۔ عمر خیام کی فارسی زبایات کو ہندوستانی تناظر میں بالخصوص موجودہ ماحول کے مد نظر بیک وقت اردو اور ہندی میں شعری رنگ و آہنگ عطا کیا ہے۔ اس منظوم ذولسانی ترجمے کو پیش کر کے عادل اسیر نے ہندوستانی اردو داں حلقے اور غیر اردو داں ادب نوازوں میں یکساں مقبولیت حاصل کر لی ہے۔ انھوں نے خیام کی فارسی زبایوں کا اردو میں اس انداز سے ترجمہ کیا ہے کہ وہ اردو زبائی کے قالب میں ڈھلنے کے باوجود خیام کی زبایوں کی روح اور اُن کے مفہوم سے دور نہیں ہیں۔ یہ شاعرانہ چابک دستی کا کمال اور عادل اسیر کی فنِ رباعی پر مہارت کی عمدہ دلیل ہے۔ اس منظوم ترجمے کا ”زبایات عادل“ کے ذیل میں ذکر کرنا نہایت ضروری ہے کیونکہ یہ ترجمہ زبائی کے مخصوص وزن میں کیا گیا ہے جو ایک انفرادی اور اہم کوشش ہے۔ عام طور پر خیام کی زبایوں کے جو ترجمے کیے گئے ہیں وہ زبائی کی مخصوص بحر میں نہیں ہیں۔ عادل اسیر نے اس منظوم ترجمے کو اس خوبی سے فنی جامہ پہنایا ہے کہ اس پر تخلیق کا گمان ہوتا ہے۔ اسی تخلیقی رنگ و آہنگ کی وجہ سے ”نغمہ خیام“ کی زبایاں عادل اسیر دہلوی کی شاعرانہ مہارت کی گواہی دیتی ہیں۔ زبان صاف ستھری برجستہ اور رواں دواں ہے۔ ان تمام زبایوں کے حوالے سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ عادل اسیر کو منظوم ترجمے پر عبور حاصل ہے۔ وہ مختلف موضوعات پر مشتمل شاعری کے منظوم ترجمے کا سلیقہ بھی جانتے ہیں۔

عادل اسیر کا زبائی گوئی کے سلسلے میں ایک منفرد کارنامہ ”بچوں کی زبایاں“ ہے۔ جس کے وہ موجد ہیں۔ اس تعلق سے اُن کی زبایوں کے تین مجموعے ”بچوں کی زبایاں“، ”پھول ہی پھول“ اور ”رنگ برنگے پھول“ کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ ان تینوں مجموعوں میں صرف بچوں کی مناسبت سے زبایوں کو شامل کیا گیا ہے۔ جن کو دیکھ کر بڑے بڑے شاعر حیران رہ گئے اور بچوں نے خوب پسند کیا۔ ان زبایوں



میں بچوں کی نفسیات، پسند ناپسند، کھیل تماشے، خواہشات کو پیش کیا گیا ہے۔ بیش تر رُباعیات میں روزہ، نماز، تعلیم، اسکول، اخلاق، استاد، کتاب اور والدین کی تعظیم کو موضوع بنا کر بچوں کی دلچسپی کا سامان فراہم کیا گیا ہے۔ بچوں کو نصیحت بھی کی گئی ہے اور بُرے کاموں سے رکنے کی ترغیب بھی دی گئی ہے۔ بڑے لوگوں کی تعظیم کی تاکید، والدین اور اساتذہ کے احترام کی ہدایت بھی نہایت دلچسپ اور شیریں لہجے میں کی گئی ہے۔ غرض یہ کہ جو بھی موضوع بچوں کی افادیت سے تعلق رکھتا ہے عادل اسیر دہلوی نے اسے موزوں کر کے رُباعی قلم بند کی ہے۔ یہ رُباعیاں جہاں اپنی فنی ضرورتوں کے مطابق ہیں وہیں بچوں کی تسکین کا سامان بھی فراہم کرتی ہیں۔ عادل اسیر دہلوی کی اس عظیم فنی کاوش پر مختلف سرکردہ ادیب و شعرا اور ناقدین فن نے اپنے اپنے انداز میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔ جس سے عادل اسیر دہلوی کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے کیونکہ اتنی مستقل مزاجی سے بچوں کے لیے رُباعیاں لکھنا اور انہیں ایک کے بعد ایک کتابی شکل میں سلسلہ وار پیش کرنا کافی مشکل کام ہے۔ بچوں کے لیے کچھ بھی لکھنا مشکل ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ بچوں کے لیے رُباعی کہنا اور اس کے ذریعہ اپنی بات بچوں تک آسان زبان میں پہنچانا اور کوئی نہ کوئی درس یا پیغام دے کر ان کی اصلاح بھی کرنا ایک بے حد پیچیدہ کام ہے لیکن عادل اسیر اپنی مشاقتی سے اس بلندی تک پہنچ گئے ہیں کہ انھوں نے اس مشکل فن میں بھی مہارت حاصل کر لی ہے۔ عادل اسیر کی یہ رُباعیاں سماجی، اخلاقی اور اصلاحی قدروں سے مزین ہیں۔ نیک اور صالح ادب کی یہی پہچان ہے۔ چند منتخب رُباعیاں بطور نمونہ ملاحظہ ہوں:-

اسکول میں بچہ کہ جو ہوگا معصوم	استاد کو ہوگا وہی پیارا معلوم
عزت جو کروگے تو بنوگے عالم	گستاخ سدا علم سے دیکھا محروم
نادانی سے ہو جائے خطا عیب نہیں	مل جائے کوئی اُس پہ سزا عیب نہیں
تعلیم سے بڑھ کر نہیں خوبی کوئی	دُنیا میں جہالت سے بڑا عیب نہیں
دادی نے نصیحت یہ سنائی اک دن	کیا بات پتے کی یہ بتائی اک دن
نیکی کبھی بے کار نہیں جاتی ہے	آتی ہے بڑے کام بھلائی اک دن
محفل میں جو بیٹھو تو سلیقہ سیکھو	باتیں بھی کرو مگر قرینہ سیکھو
ہر حال میں ملحوظ رہیں کچھ آداب	احباب سے ملنے کا طریقہ سیکھو



مذکورہ بالا چند رُباعیاں جو بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں اُن میں کسی خاص انتخاب کا خیال نہیں رکھا گیا ہے کیونکہ عادل اسیر کی تمام رُباعیاں خود ایک انتخاب ہیں جس کا اندازہ قاری کو مطالعے کے بعد ہی ہو پائے گا۔ اس لیے نہ یہ تعریفی کلمات ہیں اور نہ مدح سرائی بلکہ ادب اطفال کے اس بیش قیمت اثاثے کو پڑھ کر جو فوری تاثرات قائم ہوئے اُن کا اظہار حقیقت ہے۔ اردو ادب کے فروغ کے لیے یہ ضروری ہے کہ مستقبل کے قاری کو تیار کیا جائے۔ عادل اسیر ادب اطفال فراہم کر کے یہ کام بذات خود کر رہے ہیں جو کسی ادارے یا انجمن کی ذمہ داری ہے۔ بچوں کی رُباعیاں تین حصوں میں منظر عام پر آچکی ہیں جن میں ڈیڑھ سو سے زائد رُباعیاں شامل ہیں۔ ان کی یہ رُباعیاں بچوں کی ذہنی استطاعت، قابلیت، صلاحیت کے اعتبار سے نہایت کامیاب ہیں۔ زبان نہایت سادہ ہے اور فنی لحاظ سے بھی یہ رُباعیاں بے مثال اور لا جواب ہیں۔ امید ہے ابھی یہ سلسلہ جاری رہے گا اور مستقبل میں عادل اسیر رُباعیات کے حوالے سے مزید ایسے کارنامے کر دکھائیں گے جو آنے والی نسلوں کی ذہنی آبیاری کے لیے سودمند ثابت ہوگا۔

(ماہ نامہ ”حنا ڈائجسٹ“، دہلی، اگست ۲۰۰۲ء)



## عادل اسیر کی منظوم پہیلیاں

اُردو شاعری میں ہیئت کے مختلف تجربے کیے گئے ہیں۔ جن میں زیادہ تر ہندی شاعری کے اصناف کو اردو شاعری میں تجربے کے طور پر شعری رنگ میں ڈھالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس طرح کی زیادہ تر کوششیں نو جوانوں اور بزرگوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ لیکن عادل اسیر دہلوی کی اس سلسلے میں بالکل منفرد کوششیں ہیں کیوں کہ انھوں نے اس طرح کی کوششیں بچوں کے لیے کی ہیں۔ اُردو ادب میں جو تجربے عادل اسیر دہلوی نے کیے ہیں وہ سب بچوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ادب اطفال میں ان کی کاوشیں بلاشبہ قابل رشک ہیں۔ انھوں نے بالخصوص رُباعی جیسی مشکل صنفِ سخن کو ”بچوں کی رُباعیاں“ کی شکل میں پیش کیا ہے۔ ہندی ادب کی مشہور صنفِ سخن ”دوہا“ کو ”بچوں کے دوہے“ کی شکل میں صفحہ قرطاس پر سجایا۔ یہ اُن کی انفرادی کوششیں ہیں جو رفتہ رفتہ اب دوسرے شاعروں کو بھی متوجہ کر رہی ہیں۔ عادل اسیر دہلوی نے اپنی ادبی صلاحیتوں کو بچوں کے ادب کے لیے وقف کر دیا ہے۔ اردو میں بڑے بڑے شاعروں اور ادیبوں نے فروغِ ادب کے ضمن میں ایسے کام نہیں کیے جو تنہا عادل اسیر دہلوی نے کر دکھائے ہیں۔ بچوں کے لیے عادل اسیر کی ہر شعری کاوش ایک انوکھی تخلیق ہوتی ہے۔ انھوں نے بچوں کے لیے ”منظوم پہیلیاں“ بھی لکھی ہیں جو اپنی مثال آپ ہیں۔

اُردو میں امیر خسرو کی پہیلیاں بہت مشہور ہیں۔ لیکن یہ پہیلیاں ہر عمر کے لوگوں کے لیے ہیں۔ بچوں کے مزاج و معیار کے مطابق بھی امیر خسرو نے کافی پہیلیاں لکھی ہیں۔ عادل اسیر دہلوی نے پہیلیوں کے حوالے سے دو اہم کام کیے ہیں۔ پہلا یہ کہ انھوں نے امیر خسرو کی ان پہیلیوں کو یکجا کیا جو بچوں کی استعداد سے مطابقت رکھتی ہیں اور ”امیر خسرو کی پہیلیاں“ کے نام سے ایک کتاب مرتب کر کے شائع کی۔ دوسرا اہم کام پہیلیوں کے ضمن میں خود اُن کی اپنی تخلیقی کوششیں ہیں جو ادب اطفال میں ایک



اضافہ ہیں۔ ”بوجھو تو جانیں“ کے عنوان سے عادل اسیر دہلوی نے بچوں کے لیے چھوٹی چھوٹی نظموں کی شکل میں مختلف موضوعات پر منظوم پہیلیاں کہی ہیں۔ جو مذکورہ بالا عنوان سے کتابی شکل میں شائع ہو چکی ہیں۔ اس کتاب کے علاوہ ان کی دوسری متفرق پہیلیاں بھی ہیں جو ان کے دوسرے شعری مجموعوں میں شامل ہیں۔ بعض دیگر پہیلیاں مختلف اخبارات و رسائل میں بھی شائع ہوئی ہیں۔ یہ پہیلیاں ہماری ادبی تہذیب کی غماز ہیں۔ وقت گزاری کے لیے بڑے چھوٹے سبھی اس کھیل میں شامل ہوتے تھے۔ ذہنی ورزش بھی ہوتی تھی اور اس بہانے ایک دوسرے کے ساتھ رہنے کا موقع بھی ملتا تھا۔ عادل اسیر نے اس روایتی صنف کو موقع محل کی مناسبت سے صرف بچوں کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔ آج کی برق رفتار زندگی میں بزرگوں اور نوجوانوں کو اتنی فرصت نہیں کہ کمپیوٹر کے دور میں پہیلیوں سے محظوظ ہوں۔ لیکن بچے ہر دور میں بچے ہی ہوتے ہیں۔ ایک خاص عمر تک ان کے ذہنوں میں زمانے کی نئی نئی خرافات اور مصروفیات کا گزر نہیں ہوتا ہے۔ اس دور میں ان کے سادہ ذہن پر ان کی پسند کے مطابق ہی کوئی چیز اپنا رنگ جما سکتی ہے۔ ایسی صورت میں عادل اسیر کی پہیلیاں بچوں کے لیے بہت ہی مناسب ہیں۔ اور یہ ہر دور میں بچوں کے لیے کارآمد رہیں گی۔ ان کے مطالعے سے بچوں کی عقل و فہم میں اضافہ ہوگا۔ ان کی فکر میں بالیدگی اور وسعت پیدا ہوگی۔ کیونکہ یہ پہیلیاں روانی اور تسلسل کے ساتھ ساتھ بچوں کے لیے ایک سوال بھی چھوڑ جاتی ہیں جس کا جواب بچوں کو تلاش کرنا ہوتا ہے۔ اس کے لیے بچوں کو بار بار مطالعہ کرنا ہوتا ہے اور اسی کوشش کے دوران ان کے ذہن میں پہیلی کا جواب ابھرنے لگتا ہے۔ اس اعتبار سے یہ پہیلیاں دل بہلانے اور ہنسنے ہنسانے کے ساتھ بچوں کے ذہن پر مثبت اثرات چھوڑتی ہیں۔ کھیل کھیل میں تعلیم کا سلسلہ اس جدید دور میں سب سے مؤثر طریقہ مانا جا رہا ہے۔ کھیل کے ذریعے تعلیم کا نعرہ آج ہر جگہ، ہر زبان پر بلند کیا جا رہا ہے۔ لیکن اتفاق سے اس طریقے کو عملی جامہ پہنانے کا کام اردو ادب میں بہت کم ہوا ہے۔ اردو نثر و نظم کے ذریعے زبان سکھانے کا طریقہ بہت پرانا ہے لیکن عادل اسیر نے منظوم پہیلیاں لکھ کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ ذریعہ تعلیم کے ضمن میں اردو شاعری کا شعبہ بھی اب دوسری زبانوں سے کم نہیں ہے۔

بچوں کے لیے عادل اسیر کی منظوم پہیلیاں نہ صرف دلچسپ ہیں بلکہ ان کی ذہانت میں اضافہ کا باعث بھی ہیں۔ انھوں نے پہیلیوں کو نظم کرتے وقت بچوں کی وجدانی ضرورت کا خیال رکھا ہے۔ بچوں کی دلچسپی اور



پسند کو بھی سامنے رکھا ہے۔ بچوں کے لیے پہیلیوں کا اختراع کرنا اور وہ بھی اُن کی نفسیات، ذہانت اور پسند کے ساتھ اُن کی زبان میں آسان کام نہیں ہے۔ عادل اسیر نے اس کام کو بڑی خوبصورتی سے اور حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیا ہے۔ اُن کی زبان نہایت سہل ہے جو بچوں کے لیے پڑھنے میں آسان ہے۔ وہ چھوٹے چھوٹے لفظوں کی مدد سے اشعار کہتے ہیں جن کو بچے بڑی دلچسپی سے پڑھتے ہیں اور وہ انھیں آسانی سے سمجھ بھی لیتے ہیں۔ عادل اسیر عصر حاضر کے شاعر ہیں۔ اس لیے وہ موجودہ دور کے بچوں کے ذہن اور آج کی نئی نئی ایجادات سے بخوبی واقف ہیں۔ ان کی پسند، ناپسند میں بھی فرق آیا ہے۔ عادل اسیر نے پوری سوجھ بوجھ کے ساتھ اُن ضرورتوں کا خیال رکھا ہے۔ لہذا بچوں کے لیے جو منظوم پہیلیاں انھوں نے تخلیق کی ہیں وہ حالات حاضرہ کی ترجمان ہیں۔ ٹیلی ویژن، بجلی کا پنکھا، اخبار، ہوائی جہاز، ریل گاڑی سے متعلق اُن کی پہیلیاں اس بات کا ثبوت ہیں۔ علاوہ ازیں بچوں کی معلومات اور ذہانت میں اضافہ کرنے کے اعتبار سے بھی عادل اسیر کی پہیلیاں دور حاضر کی ضرورتوں کے مطابق ہیں۔ جدید ایجادات سے بچوں کو واقف کرانے کے ساتھ ساتھ، اُن کی خوبی، افادیت اور پہچان بتا کر بچوں کو جواب ڈھونڈنے کی جو ترغیب عادل اسیر نے منظوم پہیلیوں کے ذریعے بچوں کو دی ہے وہ نہایت ہی مستحسن قدم ہے۔ بچوں کی پسند کا خاص خیال رکھتے ہوئے انھوں نے بچوں کے دل کی باتیں پہیلیوں میں نظم کر دی ہیں۔ ”ثانی، چوگم، پتنگ، نارنگی، غبارہ اور گلاب جامن“ وغیرہ پر پہیلیاں بچوں کی پسند کے عین مطابق ہیں۔ ثانی کے متعلق یہ پہیلی دیکھیے:-

کھٹی میٹھی پیاری پیاری	کھائیں جس کو سب نر ناری
منہ میں پانی لانے والی	سب کا دل لپچانے والی
رنگ برنگی کتنی اچھی	نیلی پیلی ہری گلابی
کھوئے کی بادامی پڑیا	دیوالی کی چینی گڑیا
منہ ہو کیسا کڑوا کیلا	پل بھر میں وہ کردم میٹھا
عادل اس کا نام بتاؤ	اور ثانی انعام میں پاؤ

عادل اسیر نے بچوں کی جنرل نالج میں اضافہ کرنے کے لیے اُن کی پسند کے مطابق موضوعات پر منظوم پہیلیاں نہیں لکھی ہیں بلکہ ان کی دلچسپی کا سامان فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ بچوں کو



اخلاقی اور مذہبی درس بھی دیا ہے۔ انھوں نے اپنی پہیلیوں کے ذریعے مذہبی معلومات بھی فراہم کی ہے۔ اس ضمن میں ”رمضان کا مہینہ، عید“ اور پہیلی ”اللہ میاں“ کو بطور خاص پیش کیا جاسکتا ہے۔ ان کے علاوہ عادل اسیر نے ”بارش، نیند، سانپ، چمگادڑ، برف، نارنگی، تکیہ، کشتی، دھوپ اور چھتری“ وغیرہ جیسے عام پسند موضوعات پر بھی منظوم پہیلیاں لکھی ہیں۔

کھیل کھیل میں تعلیم اور کھیل کے ذریعے تعلیم کے تحت عادل اسیر کی وہ پہیلیاں خاص توجہ کی طالب ہیں جن کا موضوع ہی تعلیم و تدریس کے دائرے میں آتا ہے۔ بچوں میں تعلیم سے رغبت اور تعلیمی شغف پیدا کرنے میں یہ پہیلیاں اپنی مثال آپ ہیں۔ ان سے بچوں میں تعلیمی رجحان پیدا ہوگا۔ اُن کے تعلیمی انہماک میں اضافہ ہوگا۔ ”مدرسہ، قلم اور اسکول کا بستہ“ پہیلیاں اس ضمن میں پیش کی جاسکتی ہیں۔

عادل اسیر کی منظوم پہیلیوں کے موضوعاتی مطالعے سے یہ بات صاف ظاہر ہو جاتی ہے کہ انھوں نے اپنی تخلیقی کاوشوں سے بچوں کے لیے منظوم پہیلیوں کی شکل میں جو پیش قیمت کام کیے ہیں اُن سے ادب اطفال میں اضافہ ہوگا اور اردو ادب کی آبیاری بھی ہوگی۔ کیونکہ کل یہ بچے ہی ادب کے قاری ہوں گے۔ اس لیے ان کی ادبی تربیت ضروری ہے ورنہ اردو زبان و ادب کا پڑھنے والا کون ہوگا، اس لیے بلاشبہ فروغ ادب کے طور پر عادل اسیر کے ذریعے اردو میں کیے جانے والے تجربے کامیاب اور کارآمد ہیں۔ منظوم پہیلیاں تو عادل اسیر کے فن کا ایک باب ہیں جن کے سرسری جائزے سے اُن کی شاعری کی صرف ایک جھلک دکھائی دیتی ہے۔ لیکن ان کے مطالعے سے بھی بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عادل اسیر کو بچوں کی شاعری کرنے کا ہنر آتا ہے۔ اُن کی فکر بلیغ ہے اور وہ اُس میں وسعت کے لیے ہمیشہ سرگرداں نظر آتے ہیں۔ آخر میں صرف اتنا کہنا کافی ہوگا کہ عادل اسیر اپنے فکر و فن کے ذریعے ادب اطفال میں جو نئے نئے گوشوں کا اضافہ کر رہے ہیں وہ بلاشبہ شبہ ایک بیش قیمت کام ہے جس کو نظر انداز نہیں کیا جانا چاہیے بلکہ پوری دیانت داری سے عادل اسیر کے فن کا تنقیدی مطالعہ کر کے اُن کی شاعری کے محاسن اور اُس میں پوشیدہ پیغام کی زیادہ سے زیادہ ترویج و اشاعت کرنا چاہیے جس کے لیے وہ سرگرداں ہیں تاکہ بچوں کو خاطر خواہ فائدہ پہنچ سکے۔

(ہفت روزہ ”جرس کارواں“ نئی دہلی، ۲۰ تا ۲۶ اکتوبر ۲۰۰۲ء)



## عادل اسیر کے دوہے

عادل اسیر دہلوی بچوں کے ادیب و شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ادب اطفال کے شیدائی ہیں۔ بچوں کے ادب سے متعلق نئے نئے اضافے کرتے رہتے ہیں اور ملک گیر سطح پر ادب اطفال کی تمام کارگزاریوں پر بھی نظر رکھتے ہیں۔ اُن کی شعری تخلیقات میں بچوں کی رباعیوں کو جن فضیلتوں سے نوازا گیا اس کا حساب لگانا مشکل ہے۔ لیکن اُنہوں نے شعری تجربوں کا جو سلسلہ شروع کیا ہے وہ یکے بعد دیگرے منظر عام پر آتا رہتا ہے۔ بچوں کے لیے نئے نئے تجربے کرنا، بچوں کی نفسیات، بچوں کی ذہنیت اور بدلتے ماحول کے ساتھ نئی چیزیں شعری قالب میں پیش کرنا عادل اسیر کا ہی کمال ہے۔ وہ روزمرہ کی زندگی میں پیش آنے والے موضوعات کو منتخب کر کے بچوں کی محفل میں پیش کر دیتے ہیں۔ بچوں کی دنیا بے شک محدود ہے لیکن بچوں کے تخیل کی اڑان، کہیں کہیں بڑوں کو بھی مات کر دیتی ہے۔ بچوں کا ہر لمحہ سوالیہ انداز بڑوں کے لیے پریشانی کا باعث بھی بن جاتا ہے اور کچھ مواقع ایسے بھی آتے ہیں جب بچوں کے سوالات سے بڑے جھنجھلا اٹھتے ہیں لیکن بچوں کی کیا، کیوں اور کیسے میں کوئی فرق نہیں آتا۔ ایسے میں اگر بچوں کی ذہنیت اور نفسیات کو مد نظر رکھ کر کوئی ایسا شعری تجربہ کیا جائے جس میں اُن کے سوالات کا جواب ہو تو یہ واقعی ادب اطفال کے سلسلے میں ایک منفرد کوشش ہوگی۔ عادل اسیر نے بچوں کے ذہن میں اٹھنے والے سوالات کے جوابات ڈھونڈنے کے لیے نئے نئے طریقے ایجاد کیے۔ جو کبھی رباعی کی شکل میں منظر عام پر آئے تو کبھی نظموں، پہیلیوں، گیتوں اور دوہے کی شکل میں۔

بچوں کے لیے دوہوں کی شروعات بھی عادل اسیر نے ہی کی ہے۔ یہ اُن کی تخلیقی اُہج ہے جس نے ادب اطفال میں ایک نئے گوشے کا اضافہ کیا ہے۔ ”بچوں کے دوہے“ عادل اسیر کے شعری تجربے کی ایک کڑی ہے۔ اردو کے شعری اصناف میں زیادہ تر اصناف عربی یا فارسی کی رہن منت ہیں لیکن اردو میں



دوہے کا چلن خالص ہندوستانی ہے۔ ہندی میں دوہے کی روایت موجود ہے۔ اردو میں دوہے کی شروعات ہندی کے توسط سے ہوئی لیکن اب تک اردو میں جو دوہے لکھے گئے یا موجود ہیں وہ بڑوں کے لیے تخلیق کیے گئے۔ اُن کے موضوعات عام طور پر ایسے ہیں جن سے معاشرے کے عام دیگر افراد استفادہ کر سکتے ہیں اور بذات خود اپنی اصلاح بھی کر سکتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ اردو دوہے میں بھی ہندی پن موجود ہے۔ یعنی ہندی کے الفاظ اردو دوہوں میں غالب نظر آتے ہیں۔ اس لیے یہ پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے کہ یہ دوہے اردو کے ہیں یا ہندی کے۔ عادل اسیر نے ان دونوں خصوصیات سے الگ ہٹ کر بچوں کے لیے دوہے لکھے ہیں جن میں اردو زبان کے رائج الفاظ ہی غالب ہیں۔ جو واقعی اردو دوہے کی مثال کے طور پر پیش کیے جاسکتے ہیں۔

بچوں کے دوہوں میں عادل اسیر نے زبان کے ساتھ ساتھ موضوعات کا بھی خاص خیال رکھا ہے۔ یعنی دوہوں کے موضوعات بچوں کی سمجھ کے مطابق ہیں۔ بچوں میں تعلیم، اسکول اور اساتذہ سے رغبت پیدا کرنا، والدین کی تعظیم و اطاعت کا جذبہ پیدا کرنا، برائی سے روکنے کی ہدایت، کام کرنے کی طرف توجہ مبذول کرنا، ساتھ ہی ساتھ نئی سائنسی ایجادات کو شعری قالب میں ڈھالنے کا کام عادل اسیر بخوبی کرتے ہیں۔ بچوں کے لیے دوہے لکھتے ہوئے انھوں نے اُن تمام موضوعات کا انتخاب کیا ہے جو بچوں کو پسند ہوتے ہیں۔ دوہے میں صرف دو مصرعوں میں شاعر اپنی بات اس طرح مکمل کرتا ہے کہ اس سے مطلب بھی صاف ہو اور اصلاح بھی ہو جائے۔ عادل اسیر کے دوہے فنی اعتبار سے بھی درست اور روایتی وزن کے مطابق ہیں۔ عادل اسیر کے بچوں کے لیے لکھے گئے دوہوں سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ فن کی تمام پابندیوں کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اس بات کی وضاحت کے لیے مختلف موضوعات پر مشتمل چند دوہے ذیل میں پیش کیے جا رہے ہیں:-

خدمت سے استاد کی، رہتا ہے جو دور	چہرے پر اس کے نہیں، اچھائی کا نور
دشمن سے تعلیم کے، رہنا تو ہشیار	دھیرے دھیرے علم سے، کردے گا بیزار
پڑھنے کے اوقات میں، بھولے سے مت کھیل	امتحان میں ورنہ تو، ہو جائے گا فیل
استادوں کے سامنے، بیٹھ ادب کے ساتھ	اچھا ہے برتاؤ یہ، رکھ تو سب کے ساتھ
امی ہوں گی منتظر، اور کہیں مت جاؤ	چھوٹو جب اسکول سے، سیدھے گھر کو آؤ



گالی دینا پاپ ہے، ٹھیک نہیں تو ہیں      اوروں کو کر کے دکھی، خود ہو گے غمگین  
 انجن غائب بھاپ کا، بجلی کا ہے راج      چھک چھک کرتی ریل میں، دھواں نہیں ہے آج  
 ذات پات اور دھرم کی، ٹھیک نہیں تکرار      بھول گئے کیوں آج ہم، صدیوں کا وہ پیار  
 منجن یا مسواک سے، رکھو گے گر صاف      دانت چمکتے پاؤ گے، موتی سے شفاف  
 درج بالا دو ہے اُن موضوعات پر ہیں جنہیں پڑھ کر بچے خوشی سے جھوم اٹھتے ہیں اور اُن سے  
 کچھ سیکھتے بھی ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کے ذریعہ بچوں کی اصلاح کی یہ اچھی کاوش ہے جو عادل اسیر کی  
 شاعری کا وصف ہے۔ عادل اسیر نے دوہوں کے ذریعہ بچوں کو محفوظ کرنے کی جو کوشش کی ہے وہ ادب  
 اطفال کے لیے نیک فال ہے۔ جس کا اندازہ رفتہ رفتہ اردو والوں یقیناً ہوگا۔

(ماہ نامہ ”نئی شناخت“، نئی دہلی، ستمبر ۲۰۰۲ء)



## عادل اسیر اور بچوں کی نظمیں

بچوں کے شاعر عادل اسیر دہلوی نے اردو ادب میں بچوں کی شاعری کے توسط سے جو اضافے کیے ہیں وہ نہایت بیش قیمت اور گراں قدر ہیں۔ اُن کے کارہائے نمایاں میں رباعی، غزل، گیت، دوہا اور نعت وغیرہ اصنافِ سخن شامل ہیں۔ انھوں نے ادبِ اطفال میں جو نئے نئے تجربے کیے ہیں وہ بے حد کامیاب ہیں۔ عادل اسیر نے اپنی تخلیقی صلاحیتوں سے جس طرح ادبِ اطفال کو مالا مال کیا ہے اس کا ثبوت اور گواہی اُن کی ایک درجن سے زیادہ کتابیں دے رہی ہیں۔ انھوں نے بچوں کو نئی نئی اصناف سے رو برو کرانے کے ساتھ ساتھ مختلف موضوعات پر نظمیں بھی خوب لکھی ہیں۔ اس سلسلے میں ان کی چار کتابیں؛ ”آسان نظمیں، گیت مالا، بچوں کی نظمیں اور پھول مالا“ منظر عام پر آچکی ہیں۔ جن میں مختلف موضوعات پر نظمیں موجود ہیں۔ بچوں کے لیے نظمیں لکھتے ہوئے انھوں نے اس بات کا خاص خیال رکھا ہے کہ وہ بچوں کی نفسیات اور اُن کے ذہن کی میزان پر پوری اُتریں۔ جس میں بے شک و شبہ عادل اسیر کامیاب دکھائی دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں اُن کی نظمیں بچوں کے لیے تفریح یا تفسن کا ہی سامان نہیں ہیں بلکہ ان کی نظموں میں معلوماتی پہلو کی بھی فراوانی ہے۔ عادل اسیر کی ادبی زندگی تقریباً ربع صدی پر محیط ہے۔ لیکن گزشتہ ایک دہائی سے اُن کی شاعری صرف بچوں کے لیے وقف ہے۔ خالص بچوں کے شاعر کی حیثیت سے اُن کا شمار صفِ اوّل کے شعرا میں ہوتا ہے۔ انھوں نے ادبِ اطفال میں یکے بعد دیگرے نئے شعری تجربے کر کے ادبی حلقوں کو اپنی جانب متوجہ کر لیا ہے۔ ”بچوں کی رباعیاں اور بچوں کے دوہے“ کی تعریف ادبی حلقوں میں خوب خوب کی گئی ہے اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

بچوں کی شاعری کا رواج اردو میں عام ہے۔ ہر بڑے شاعر نے بچوں کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور لکھا ہے۔ لیکن عادل اسیر کی خاصیت یہ ہے کہ وہ مسلسل بچوں کی شاعری پر توجہ دے رہے ہیں اور بچوں کی نظموں پر مشتمل کئی شعری مجموعے شائع کر چکے ہیں۔ جن میں انھوں نے بچوں کی پسند اور اُن کے



معیار کے مطابق موضوعات پر دلچسپ نظمیں لکھی ہیں۔ شاعر اطفال عادل اسیر دہلوی کے پاکیزہ خیالات اور اُن کا پُر تاثیر طریقہ بیان اُن کی تخلیقات میں ایک انفرادی کشش پیدا کر دیتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کی نظمیں بچوں کی دلچسپی اور اُن کے معلومات کی میزان پر بھی پوری اُترتی ہیں۔

اُردو ادب میں نظم نگاری کی شروعات قوم کی ناگفتہ بہ حالت کی اصلاح کی غرض سے ہوئی۔ مولانا محمد حسین آزاد، الطاف حسین حالی اور اسماعیل میرٹھی نے اس سمت میں خاص توجہ دی۔ انھوں نے بچوں کے لیے مختلف موضوعات کے تحت اصلاحی نظمیں لکھیں۔ کسی بھی قوم و ملت یا ملک کی ترقی کا انحصار بچوں کی نیک اور صالح تعلیم و تربیت پر ہوتا ہے۔ اس لیے بزرگوں اور نوجوانوں کی اصلاح کے ساتھ بچوں کی رہنمائی کرنا بھی معاشرے کے ادیب اور شعرا کی ذمہ داری ہے۔ ہر دور میں صرف چند شاعروں اور ادیبوں نے ہی اس اہم کام کی طرف توجہ دی ہے۔ جس سے بچوں کے ادب کی شمع مدھم لو سے ہی سہی لیکن روشن رہی ہے۔ اس روایت کو مزید آگے بڑھانے کے لیے عصر حاضر میں عادل اسیر دہلوی نے ادب اطفال کی شمع کی لو کو تیز کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ انھوں نے متعدد اصناف ادب میں بچوں کے لیے نئے نئے شعری تجربے کیے اور تاحال کر رہے ہیں۔ یہاں تک کہ انھوں نے اردو شاعروں کے اس ہجوم میں اپنے لیے بچوں کے شاعر کی حیثیت سے ایک الگ حیثیت بنالی ہے۔ وہ پوری لگن سے اپنی راہ پر گامزن نظر آتے ہیں۔ انھوں نے بچوں کی شاعری مقصدی ادب کے تحت کی ہے اور اپنے اس کام میں وہ ثابت قدم ہیں۔ اُن کا مزاج تعمیری اور انداز بیان سیدھا سادہ اور سلجھا ہوا ہے۔ اُن کے شعری تجربوں سے اُردو کے ادب اطفال میں تازگی پیدا ہو رہی ہے۔ اُن کی شاعری بچوں کے ذہنی معیار کے مطابق ہے۔ اُن کی نظمیں اصلاحی اور تعمیری موضوعات سے بھری پڑی ہیں جن کو پڑھ کر بچوں کے اخلاق و کردار میں شرافت اور شائستگی پیدا ہوتی ہے۔ عادل اسیر دہلوی کی شاعری میں ادب اطفال کی تمام خوبیاں اور خصوصیات موجود ہیں۔ وہ بچوں کے لیے نظموں کی تخلیق کرتے وقت اپنے آپ کو بچہ تسلیم کر لیتے ہیں۔ بچوں کی نظر سے ماحول کو دیکھتے ہیں اور اُن کے ذہن کی سطح پر آ کر سوچتے ہیں اور بچوں جیسی ہی باتیں کرتے ہیں۔ وہ بچوں کی پسند کے مختلف موضوعات کو ربط اور تسلسل سے شعری جامہ پہنا دیتے ہیں۔ عادل اسیر کی نظموں سے جہاں بچوں کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے وہیں والدین بھی بڑی دلچسپی کے ساتھ اُن کی نظموں کو پڑھتے ہیں اور محفوظ ہوتے ہیں۔ عادل اسیر کی نظمیں بچوں کی شخصیت سازی کا کردار ادا کرتی ہیں۔ وہ اپنی نظموں میں تفریح طبع کا سامان فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ معاشرے میں پھیلی ہوئی برائیوں سے بھی



بچوں کو آگاہ کرتے ہیں۔ کھیل کھیل میں بچوں کو اخلاقی درس دیتے ہیں تاکہ وہ نیک اطوار بن سکیں۔ وہ بچوں کو برائیوں سے دور رہنے کی تلقین بھی کرتے ہیں۔ اساتذہ کا احترام و تعظیم اور والدین کی اطاعت کی ہدایت بھی دیتے ہیں۔ اُن کی نظموں میں اخلاقی تعلیم کے ساتھ مذہبی پہلو بھی ملتا ہے جس سے بچوں میں مذہبی بیداری پیدا ہوتی ہے اور اُن کی دینی معلومات میں اضافہ بھی ہوتا ہے۔ اُن کی نظموں کا ہر شعر رواں دواں اور آمد کی کیفیت سے سجا ہوا نظر آتا ہے۔ انھوں نے بچوں کے ذہن اور مزاج پر گراں گزرنے والے الفاظ کے استعمال سے اجتناب کیا ہے۔ اُن کا لہجہ نہایت مشفقانہ اور مجاہدہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نظموں کا اثر بچوں پر براہِ راست ہوتا ہے۔ اگر عادل اسیر کی نظموں کا سرسری مطالعہ کیا جائے تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے تخلیقی ذہن اور فنکارانہ صلاحیتوں کے امتزاج سے جو شعری سرمایہ بچوں کی خدمت میں پیش کیا ہے وہ واقعی قابلِ قدر اور لائق ستائش ہے۔ اُن کے شعری مجموعوں کے آغاز میں حمد و نعت ہوتی ہیں جن سے بچوں میں مذہبی رجحان پیدا ہوتا ہے اور وہ مذہبی عوامل کی پابندی کرنا بھی سیکھ لیتے ہیں۔ عادل اسیر اپنی نظموں میں جو موضوعات نظم کرتے ہیں وہ بچوں کے معیار اور اُن کی پسند پر پورے اُترتے ہیں۔ مثلاً ”ایک بچہ اور تتلی، پھول اور خوشبو، آؤ گنتی پڑھیں، برسات، ٹافی نامہ، سنترے، گنڈیریاں، مونگ پھلی، موتی پھول دھنک ستارے، گرمی کا موسم، رکشے والا، چوہے دان، چیونگم، پھولوں کا گیت، بتی والے جوتے، اسکوٹر“ وغیرہ بچوں کی دلچسپ نظمیں ہیں۔ بچوں کی نشوونما میں تعلیم و تربیت ایک بہت اہم موضوع ہے۔ والدین کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ان کا بچہ ایک نیک انسان بنے اس لیے وہ اس کی تعلیم و تربیت پر خصوصی دھیان دیتے ہیں تاکہ اُن کا بچہ معاشرے میں ایک کامیاب زندگی گزارے۔ بچوں کی تعلیمی سرگرمیوں سے متعلق عادل اسیر نے متعدد نظمیں لکھی ہیں۔ اس ضمن میں ”کتاب، اسکول کا گیت، علم، پڑھائی، آؤ گنتی پڑھیں“ وغیرہ کے علاوہ اخلاقی موضوعات پر بھی کافی تعداد میں نظمیں اُن کے کلام موجود ہیں جنہیں پڑھ کر بچوں میں ایک ذہنی بیداری پیدا ہوتی ہے اور وہ بذاتِ خود کچھ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ”آگہی کا راستہ، رکھو نفس پر اپنے قابو سدا، قناعت کی دولت، اچھا انسان، میرے دل کا فیصلہ، سانپ اور نادان لڑکا، آؤ دعا کریں“ وغیرہ نظمیں، بچوں کی تعلیم و تربیت میں معاون ہونے کے ساتھ اخلاقی درس بھی دیتی ہیں۔ ذیل میں اُن کی ایک نظم ”ٹھیلے والا“ درج کی جاتی ہے۔ جس میں نہایت پُر اثر طریقے سے بتایا گیا ہے کہ تعلیم سے بھاگنے کے کیا مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ یقیناً یہ نظم بچوں کے ساتھ ساتھ اُن کے والدین کو بھی بے حد متاثر کرے گی۔



## ٹھیلے والا

مزدور ہے وہ بے بس، ٹھیلا جو کھینچتا ہے ہر شخص اس کو بچو، نفرت سے دیکھتا ہے  
 ہر چند کھا رہا ہے، محنت سے اپنی روٹی عزت نہیں ہے کوئی، قسمت ہے اُس کی کھوٹی  
 ذلت اٹھا رہا ہے درد کی ٹھوکریں ہیں ٹھیلا ہے اور اُس کی، دن رات گردشیں ہیں  
 تم جانتے ہو پیارے، کیوں ہے یہ اُس کی حالت سوچو تو خود بنائی، ہے اُس نے اپنی دُرگت  
 تعلیم سے تھا بدظن، بیزار تھا ہنر سے بچپن میں بھاگتا تھا، اکثر وہ اپنے گھر سے  
 عادل اسیر نے اپنی نظموں میں قدرت کے فطری نظاروں کا ذکر بھی بڑی خوش اسلوبی سے کیا  
 ہے۔ نظم ”برسات اور برکھا“ میں بارش کی منظر کشی اس خوبصورتی کے ساتھ کی ہے کہ آنکھوں کے سامنے  
 برسات کا سماں گھومنے لگتا ہے۔ ”گرمی کا موسم“ میں گرمی کی شدت کا ذکر بھی نہایت خوبصورتی کے ساتھ کیا  
 ہے۔ ”پھولوں کا گیت“ بھی قدرتی نظاروں کی منظر کشی کی وجہ سے ہی عادل اسیر کی ایک بے حد خوبصورت  
 نظم بن گئی ہے۔ انھوں نے قومی یکجہتی اور حب الوطنی کے جذبات سے لبریز نظمیں لکھنے کے علاوہ ایسی  
 نظمیں بھی کافی تعداد میں لکھی ہیں جن میں جدید اشیاء اور ایجادات کو موضوعِ سخن بنایا گیا ہے۔ زیادہ  
 مثالوں کی اس مختصر مضمون میں گنجائش نہیں ہے اس لیے صرف چند نظموں کے عنوانات کا ذکر دیا گیا ہے  
 تاکہ عادل اسیر کی نظموں کا ایک سرسری جائزہ لیا جاسکے۔ بہر حال یہ حقیقت ہے کہ ان کی نظموں کا مطالعہ  
 ہر عمر کے بچوں کو اپنی سادگی، روانی، موضوعاتی تنوع، معلوماتی پہلو کی وجہ سے فائدہ مند ثابت ہوگا اور اُن  
 میں اخلاق، مذہب، حب الوطنی اور درس و تدریس سے رغبت پیدا کرنے میں کامیاب ہوگا۔

اس لیے یقینی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ عادل اسیر کی نظموں کے مطالعہ سے بچوں میں پڑھائی کا  
 ذوق اور رجحان پیدا ہوگا۔ بچے اپنے والدین اور اساتذہ کے احترام و تعظیم کی طرف بھی راغب ہوں  
 گے۔ وطن سے محبت اور اس پر جاں نثاری کی خواہش بھی اُن کے دل میں پیدا ہوگی اور وہ مستقبل میں  
 معاشرے کے ایسے افراد بن سکیں گے جو ملک و قوم کو ترقی کی راہ پر دور تک لے جاسکیں۔ یقیناً عادل اسیر کی  
 نظمیں اس سلسلے میں اُن کی بہتر رہنمائی کرتی رہیں گی اور عادل اسیر کا یہ ایسا کارنامہ ہوگا جسے وقت کبھی  
 فراموش نہیں کر سکے گا۔

(ہفت روزہ ”نئی دنیا“ نئی دہلی، ۲۹ دسمبر ۲۰۰۲ء تا ۴ جنوری ۲۰۰۳ء)



## عادل اسیر دہلوی: شخصیت اور فن

اردو میں ادب اطفال کے تعلق سے آج بھی بہت کم لکھا جا رہا ہے۔ جب کہ آبادی کا ایک تہائی حصہ بچوں کی تعداد کا ہوتا ہے۔ اس لیے جس رفتار سے اردو ادب کی دیگر تخلیقات منظر عام پر آتی رہتی ہیں اسی تناسب میں بچوں کے حوالے سے ادبی تخلیقات منظر عام پر نہیں آتی ہیں۔ بلکہ یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ ادب اطفال کا گوشہ ابھی بھی تشنہ ہے۔ ایسی صورت میں جب اردو پڑھنے والوں کی تعداد میں کمی ہوتی جا رہی ہے۔ نئی نسل اردو زبان سے بے بہرہ ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ جو اردو پڑھنے والے بچے ہیں اُن کی بھی خاطر خواہ پذیرائی نہیں ہو رہی ہے۔ نہ ہی اُن کے لیے کوئی ادیب یا شاعر خصوصی توجہ دے رہا ہے۔ فروغ ادب کے نام پر کام کرنے والے ادارے اردو کی ترقی کے لیے کوشاں ہیں لیکن اردو کے بنیادی کام، مثلاً: اردو کی ابتدائی تعلیم اور بچوں کے لیے معیاری ادب کی فراہمی میں اُن کی کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔ جب کہ یہی بچے کل کے بڑے ہوں گے جو ہمارا مستقبل ہیں۔ اگر آج یہ اردو سے واقف نہ ہو سکے تو کل کا سارا ادب قاری کا متلاشی ہوگا۔ اس لیے ہمیں بچوں کے ادب کے فروغ کے لیے غیر جانب دارانہ طور پر توجہ دینی ہوگی اور بچوں کے ادب کو اسماعیل میرٹھی، علامہ اقبال اور شفیع الدین نیر سے آگے بڑھانا ہوگا۔ بچوں میں تجسس کا مادہ بڑوں سے زیادہ ہوتا ہے۔ اُن کے ذہنوں میں طرح طرح کے سوالات پیدا ہوتے رہتے ہیں اور وہ ہر سوال کو اپنے والدین اور بڑوں سے پوچھ پوچھ کر اُس کے جواب کے متقاضی ہوتے ہیں اور بڑے لوگ اسے بچوں کی بے تکلی بات کہہ کر جواب نہیں دیتے ہیں یا پھر ٹال مٹول سے کام لیتے ہیں۔ جب کہ مثبت رویہ یہ ہے کہ جب بھی بچہ کوئی سوال کرے تو اس کو بچوں کے ذہن، نفسیات اور احساسات کا خیال رکھتے ہوئے بچوں کی طرح سوچ کر جواب دینا چاہیے۔



تب ہی اُن کے سوالات سے نجات مل سکتی ہے۔ بچوں کے ادب کی صورت حال بھی کچھ ایسی ہی ہے۔ تخلیقی ذہن کی کمی نہیں لیکن بچوں کی نفسیات اور ان کے ذہن کی میزان پر خود کو پرکھنے سے زیادہ تر ادیب و شاعر کتراتے ہیں۔ اور فنکار کے اسی رویہ کی وجہ سے ہمارے یہاں بچوں کے ادیبوں اور شاعروں کی قلت ہے۔ پھر بھی اگر کوئی بچوں کا خدمت گار ادیب یا شاعر سچی لگن اور محنت سے بچوں کو ادبی مواد فراہم کرتا ہے جو بچوں کی پسند اور اُن کے معیار کے مطابق ہو تو ایسی حالت میں فروغِ اردو کے ادارے اُس کی ذاتی کوششوں کی پذیرائی نہیں کرتے۔ اُس کی ادبی کاوشوں کو سراہا نہیں جاتا۔ بلکہ اپنی خود ساختہ پالیسیوں اور جانب دارانہ رویے سے اُس کی شخصیت کو مجروح اور اُس کے حوصلے کو پست کرنے کی کوشش میں ادبی اداروں اور ادبی تنظیموں کے غیر ادبی عملے سرگرداں رہتے ہیں تاکہ کہیں اسے قبولیتِ عام کی سند نہ مل جائے۔ لیکن کہتے ہیں کہ عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتے۔ آج بھی اردو ادب میں چند ایسے نام ہیں جو ادبِ اطفال کے بے لوث خدمتگار کے زمرے میں آتے ہیں۔ گزشتہ دہائی پر نظر ڈالیں تو ایک نام ایسا بھی ہے جس کی تھوڑے تھوڑے عرصے میں ادبِ اطفال کے تعلق سے زائد از دو درجن کتابیں منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ جو اس شخص کی ذاتی لگن، دلچسپی اور تخلیقی ذہن کا کمال ہے۔ اس شاعر اور ادیب کا نام عادل اسیر دہلوی ہے۔

بچوں کے شاعر اور ادیب عادل اسیر دہلوی نے بچوں کے لیے جتنی بھی کتابیں لکھی ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ ادبِ اطفال کے تمام گوشوں کو انھوں نے بخوبی متور کیا ہے۔ عادل اسیر دہلوی کا شمار ادبِ اطفال میں بحیثیت شاعر، ادیب، مترجم اور مرتب کے ہوتا ہے۔ اُن کی شائع شدہ تصانیف کی فہرست کیونکہ بہت طویل ہے اس لیے چند منتخب کتابوں کے نام ذیل میں درج کیے جاتے ہیں تاکہ عادل اسیر دہلوی کی تخلیقات میں تنوع کا اندازہ لگایا جاسکے۔ ملاحظہ ہو:-

”ہمارے سائنس داں، بچوں کے اقبال، بچوں کی رباعیاں، پھول مالا، گلدستہٴ نعت، نغمہٴ خیام، رباعیاتِ عادل، بچوں کے اسماعیل، امیر خسرو کی پہیلیاں، کہاوتوں کی کہانیاں، بیربل کی کہانیاں، گلستاں کی کہانیاں، پھول ہی پھول، آسان نظمیں، بوجھو تو جانیں، گیت مالا، بچوں کے دوہے، چڑیا



گھر کے اندر، بچوں کی نظمیں، رنگ برنگے پھول“ وغیرہ کتابیں عادل اسیر کی تخلیقی صلاحیت کے مختلف گوشوں کا اظہار ہیں۔

عادل اسیر دہلوی کا اصل نام محمد عادل ہے۔ اُن کے والد کا نام عبدالحکیم ہے۔ عادل اسیر کی پیدائش ۲۱ ستمبر ۱۹۵۹ء کو دہلی میں ہوئی۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم اینگلو عربک اسکول، اجمیری گیٹ، دہلی میں حاصل کی۔ وہ اپنی رسمی تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ حالات کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے اسکول چھوڑنا پڑا۔ لیکن شوق مطالعہ برقرار رہا۔ تعلیمی تشنگی کو دور کرنے کے لیے انھوں نے غیر رسمی تعلیم کا سہارا لیا اور آخر کار ۱۹۸۷ء میں آگرہ یونیورسٹی سے ایم اے اردو کا امتحان پاس کر لیا۔ اس کے علاوہ انھوں نے دیگر زبانوں میں بھی مہارت حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی چنڈی گڑھ سے (مولوی فاضل) عربک آنرز کیا۔ ایران کلچر ہاؤس، نئی دہلی میں فارسی زبان سیکھی۔ ذاتی کوششوں سے عادل اسیر نے پنجابی، ہندی اور انگریزی زبان میں بھی مہارت حاصل کی۔ ادبی زندگی کی شروعات شاعری سے ہوئی۔ ابتدائی زمانے میں افسانے سے بھی دلچسپی تھی۔ چند رومانی افسانے اور سینکڑوں کی تعداد میں غزلیں لکھیں۔ ملک اور بیرون ملک کے موقر جرائد و رسائل میں اُن کی مذکورہ بالا تخلیقات شائع ہوئیں۔ لیکن تقریباً ایک دہائی قبل رفتہ رفتہ اُن کے مزاج میں تبدیلی آتی گئی اور بچوں کی شاعری اُن کا محبوب ترین شوق بن گئی۔

عادل اسیر دہلوی نے ادبی حلقوں میں اپنی منفرد پہچان بنالی ہے۔ ادب اطفال کے افق پر ابھرنے والے اس فنکار پر ادبی حلقوں میں غور و فکر شروع ہوا۔ اردو کے ماہرین ادب اور ناقدین نے اُن کے فن و شخصیت پر گاہے بہ گاہے اخبارات و رسائل میں خامہ فرسائی کی ہے۔ جن سے عادل اسیر دہلوی کی سادگی، خلوص اور تخلیقی صلاحیت کی واضح تصویر قاری کے ذہن میں ابھرتی ہے۔ عادل اسیر دہلوی کی تخلیقی صلاحیتوں اور شائع شدہ تصنیفات کی بنیاد پر انھیں نئی نسل کا ایک درد مند اور ہوش مند فنکار کہا جاسکتا ہے جو گزشتہ ایک دہائی سے ادب اطفال سے وابستہ ہے۔ اُن کی ادب اطفال سے بچی لگن کی بہترین مثال وہ تمام تخلیقات ہیں جو گزشتہ چند سالوں میں منظر عام پر آکر قبولیت عام کی سند حاصل کر چکی ہیں۔ انھوں نے شاعری کی شروعات غزل گوئی سے کی لیکن جلد ہی



اپنی الگ راہ بنالی اور اپنی منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے اسی پر گامزن رہے۔ انھوں نے بچوں کی شاعری مقصدی ادب کے تحت کی اور وہ جلد ہی اپنی اس تحریک کے علم بردار بن گئے اور آج بھی وہ اپنے میدان کے مرد مجاہد ہیں۔ عادل اسیر کی شاعری کی عمر کم و بیش چوتھائی صدی پر محیط ہے۔ اُن کا شمار ادب اطفال کے کہنہ مشق شعرا میں ہوتا ہے۔ اُن کی ہر تخلیق نئی آب و تاب اور تازگی کے ساتھ نئے موضوع، نئے مقصد کے تحت اور نئے شعری تجربے کے ساتھ وجود میں آتی ہے۔ جس سے صرف نظر آسان نہیں ہے اور نہ ہی سرسری مطالعے سے کام چل سکتا ہے۔ بلکہ عادل اسیر دہلوی کی شاعری خاص توجہ کی طالب ہوتی ہے۔ قاری خواہ کسی بھی عمر کا ہو وہ اُن کے مثبت شعری رویے، رنگ و آہنگ اور زبان و بیان کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ اُن کی ہر کتاب اپنے تنوع کی وجہ سے قاری کی توجہ کا مرکز بن جاتی ہے۔ بچوں کی شاعری کے صفِ اول کے شاعروں میں عادل اسیر کا شمار ہوتا ہے۔ اُن کی شعری و نثری تصانیف کا شمار ادب اطفال کی دستاویزی تصانیف میں ہوتا ہے۔ اس طرح یہ کہا جاسکتا ہے کہ عادل اسیر دہلوی بچوں کی شاعری کے مختلف اصناف میں مہارت رکھتے ہیں۔ شاعری اُن کے لیے محض خیال آرائی اور لفظی بازی گری کا سامان نہیں ہے۔ بلکہ وہ مقصدی ادب کے قائل ہیں۔ انھوں نے بچوں کی شاعری کے لیے بہت سی نئی زمین فراہم کی اور خود ہی اس کی آبیاری بھی کی ہے۔ اُس میں مختلف رنگوں کے گل بوٹے کھلائے ہیں۔ انھوں نے بچوں کے خزاں رسیدہ ادب کو چمن زار بنا ڈالا ہے۔ اُن کے اشعار مقصدیت اور افادیت کے حسن سے مرصع و مسجع ہوتے ہیں۔ اُن کی تخلیقی قوت اور تخیل کے امتزاج و اشتراک سے جو اشعار ہمارے سامنے آتے ہیں وہ واقعی قابلِ قدر ہوتے ہیں۔ کیونکہ اُن میں بچوں کی تفریح کے ساتھ اخلاقی تربیت کا پہلو بھی نمایاں ہوتا ہے جو بچوں کے لیے اشد ضروری ہے۔ اُن کے اشعار میں آمد کی کیفیت ہے۔ جس سے اُن کی شاعری فطری معلوم ہوتی ہے۔ وہ بچوں کے ذہن اور اُن کی پسند کو سمجھتے ہیں۔ اور وہ اسی مناسبت سے اپنی تخلیقات کو الفاظ کے پیکر میں ڈھالتے ہیں۔ بعد ازاں بچوں کی خدمت میں پیش کر دیتے ہیں۔ عادل اسیر کی شاعری میں ایک ماہر نفسیات اور ماہر تعلیم کی صلاحیت موجود ہے۔ اس طرح عادل اسیر دہلوی کا شمار بچوں کے ادب میں بجا طور پر ایک کامیاب شاعر، ادیب، مترجم



اور مرتب کے طور پر کیا جاسکتا ہے جن کی ذات سے اردو زبان کے ادب اطفال کو گراں قدر ادبی خدمات کی توقعات وابستہ ہیں۔ امید ہے مستقبل میں بھی وہ اسی طرح ادب اطفال کی خدمت اپنی سابقہ تن دہی اور لگن کے ساتھ کرتے رہیں گے۔

(ماہ نامہ ”نئی شناخت“ نئی دہلی، مارچ ۲۰۰۳ء)



